بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ مرزا غلام احمد علیہ السّلام نے ۱۸۸۹ء کے ماہ مارچ میں بمقام لدھیانہ الہاماتِ ربّانی کے ماتحت جماعتِ احمدیہ کی بنیاد ڈالی اور آپ نے سعید روحوں کو بیعت کی دعوت دی۔ آپ کی اسلامی خدمات اور تقویٰ اور نیکی کی بنیاد پر کثرت سے نیک لوگوں کا آپ کی طرف رجوع ہونا شروع ہوًا۔ اس زمانہ میں مسلمانوں کی مذہبی فضا کافی حد تک آپ کی تائید میں تھی کہ یکایک ۱۸۹۰ء کے اواخر میں خدا تعالیٰ کی طرف سے آپ پر یہ انکشاف ہوًا۔

۱۔ مسیح ابنِ مریم رسُول اللہ فوت ہو چکا ہے۔ [1]

۲۔ "جَعَلْنَاكَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ" [2] یعنی ہم نے تجھ کو ابنِ مریم بنایا۔

اس امر کو جب آپ نے دنیا کے سامنے پیش کیا۔ تو دنیا آپ کی مخالفت پر تل گئی خصوصًا مسلمان علماء نے تو آپ پر اور آپ کی جماعت پر کفر کے فتوے تک لگائے۔ اس زمانہ کے علماء نے آپ کے مقابلہ پر حیاتِ مسیحؑ ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا لیکن آپ نے تحدّی کے ساتھ اس مسئلہ کو پیش کیا اور لکھا کہ آخر دنیا کے لوگ وفاتِ مسیحؑ کے مسئلہ کو ماننے پر مجبور ہوں گے۔ کیونکہ اسلام کی زندگی اسی میں ہے کہ مسیح ناصریؑ کی وفات کو ثابت کیا

---

[1] :۔ ازالہ اوہام صفحہ ۴۰۲۔ روحانی خزائن جلد نمبر ۳ ۱۹۸۵ء۔

[2] :۔ ازالہ اوہام صفحہ ۴۴۲۔ روحانی خزائن جلد نمبر ۳ ۱۹۸۵ء۔

جائے۔ اور آپ نے اعلان کیا کہ مسلمانوں کا یہ رسمی عقیدہ کہ مسیح ناصری حضرت عیسیٰؑ آخری زمانہ میں آسمان سے بجسدِ عنصری اتریں گے۔ اس سے مراد یہ تھا کہ امتِ محمدیہ کا ایک فرد مسیحی صفات لے کر دُنیا میں آئے گا۔ اور اس کے ذریعے سے اسلام دنیا میں ترقی کرے گا۔ اور وہ مَیں ہوں اور عیسیٰؑ کا بنفسِ نفیس دوبارہ دنیا میں آنا ایک امرِ محال ہے۔ وہ تو وفات پا چکے ہیں۔ آپ نے قرآن و احادیث، عقل و نقل اور از روئے تاریخ دلائل تحریر فرما کر نہ صرف وفاتِ مسیح کو ثابت فرمایا۔ بلکہ حضرت مسیحؑ کا مدفن بھی کشمیر میں ثابت کر دیا۔

وفاتِ وحیاتِ مسیح ناصریؑ کے عقیدہ کی اہمیت اور ضرورت

مسئلہ وفات وحیاتِ مسیحؑ کو دو لحاظ سے اہمیت حاصل ہے۔ اوّل اس لئے کہ چونکہ مرزا صاحبؑ بانی سلسلہ احمدیہ کا دعویٰ مسیح موعود ہونے کا ہے اس لئے جب تک پہلے مسیحؑ کی وفات نہ ثابت کی جائے آپؑ کا دعویٰ قابلِ قبول نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ جس منصب کا مرزا صاحبؑ کا دعویٰ ہے جب تک اس کی کرسی خالی نہ ہو حضرت مرزا صاحبؑ کی سچائی کے متعلق دل مطمئن نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا ضروری ہے کہ سب سے پہلے اس روک کو دُور کیا جائے۔ دوسرا اس لحاظ سے کہ دنیا کا بیشتر حصّہ عیسائی مذہب کا پیرو کار ہے اور وہ مسیح ناصریؑ کو خُدا کا بیٹا جانتے ہیں اور ان کا اعتقاد ہے کہ حضرت مسیحؑ چند سال دنیا میں گذارنے کے بعد پھر آسمان پر واپس چلے گئے۔ اور وہاں زندہ موجود ہیں اور خُدا کی خُدائی میں شریک ہیں۔ اِدھر مسلمانوں کا حیاتِ مسیحؑ کا رسمی عقیدہ بھی عیسائیوں کی امداد کرتا تھا۔ لہٰذا الوہیتِ مسیحؑ کے بطلان کے لئے بھی ضروری ہے کہ مسیحؑ کی وفات ثابت کی جائے۔ ان دو وجوہ کی بناء پر ضروری ہے کہ قرآن و حدیث۔ عقل و نقل کی رُو سے اس مسئلہ کو صاف کر کے مخلوقِ خُدا کی ہدایت کا سامان مہیّا کیا جائے اور عیسائیت کے مقابلہ میں اسلام کا بول بالا ہو۔

ہم یہاں تو آیاتِ قرآنی اور چار احادیثِ نبویہ اور پانچ امّت کے اکابر کی شہادات پیش کرتے ہیں۔ جن کی رُو سے وفاتِ مسیح کا مسئلہ بالکل واضح ہو جاتا ہے۔ اور آخر میں اس مسئلہ کے سمجھنے میں جو شبہات اور رکاوٹیں پیدا ہوتی ہیں ان کا ازالہ بھی کریں گے۔

قرآنی دلائل

پہلی آیت :- قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :-

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ اَفَاۡئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ ؕ (آلِ عمران : ۱۴۵)

ترجمہ :- اور نہیں محمدؐ مگر رسُول۔ یقیناً فوت ہو گئے آپؐ سے پہلے تمام رسُول کیا پس اگر وہ مر گئے یا قتل ہو گئے تو تم اپنی ایڑیوں کے بل پھر جاؤ گے ؟

استدلال :- یہ آیت صاف طور پر بتاتی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے گذرے ہُوئے سب نبی فوت ہو چکے ہیں اور ظاہر ہے کہ مسیح ناصریؑ بھی ایک رسُول تھے جو چھ سو سال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم سے پہلے مبعوث کئے گئے تھے۔ پس لامحالہ ماننا پڑتا ہے کہ وہ بھی اس آیت کی رُو سے فوت ہو چکے ہیں۔

سوال :- اگر کوئی اعتراض کرے کہ لفظ قَدْ خَلَتْ کا ترجمہ ہے "گزر گئے" نہ کہ "فوت ہو گئے"۔ تو اس کا پہلا جواب یہ ہے کہ لغت عربی کی مستند کتاب تاج العروس میں لکھا ہے کہ خَلَا فُلَانٌ : اِذَا مَاتَ۔ یعنی فلاں شخص گذر گیا کا معنی ہے وہ فوت ہو گیا۔

(دوسرا) مرزا صاحب سے پہلے مسلمان بزرگوں نے بھی اس کے معنے وفات دینے ہی کے کئے ہیں۔ چنانچہ مشہور عالمِ دین حافظ محمد صاحب لکھوکے والے اپنی تفسیر محمدی میں اس آیت کے تحت لکھتے ہیں :-

یعنی جویں پیغمبر گذرے زندہ رہیا نہ کوئی
تویں محمدؐ رہے نہ دائم موت بندے سر ہوئی [1]

(تیسرا) اس آیت میں خود اللہ تعالیٰ نے خَلَا کے معنوں کی تعیین کر دی ہے جیسا کہ فرمایا:۔ اَفَاِنْ مَّاتَ اَوْقُتِلَ"

یعنی اگر محمد رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طبعی موت سے مرجائیں یا قتل کر دیئے جائیں تو گویا اس جگہ لفظ خَلَتْ کے معنی لازمی طور پر ان دو صورتوں میں سے ایک ہونے چاہئیں۔ یعنی یا تو یہ کہ وہ طبعی موت سے مر گئے اور یا وہ قتل ہوئے۔ الفاظ اَفَاِنْ مَّاتَ اَوْقُتِلَ صاف بتلا رہے ہیں کہ گذشتہ انبیاء کا گذر جانا دو صورتوں میں ہوا یا قتل سے یا طبعی موت سے۔ اب جبکہ حضرت مسیحؑ کے بارے میں خدا تعالےٰ نے دوسری جگہ "وَمَاقَتَلُوْہُ" فرما کر فیصلہ کر دیا کہ وہ قتل نہیں ہوئے لہٰذا ایک ہی صورت رہ گئی کہ وہ طبعی موت سے مر گئے۔

وفاتِ مسیحؑ پر صحابہؓ کا اجماع

(چوتھا) اس آیت کے معنے اور بھی زیادہ واضح ہو جاتے ہیں جب ہم اس کو ایک مشہور تاریخی واقعہ کی روشنی میں دیکھتے ہیں۔ بخاری شریف میں لکھا ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوئے تو ایسا اتفاق ہوا کہ حضرت عمرؓ ابھی تک آپؐ کو زندہ ہی سمجھ رہے تھے اور کہتے تھے آپ پھر واپس آجائیں گے اور کفار اور منافقین کا قلع قمع کریں گے وہ اپنے اس خیال پر اس قدر جمے ہوئے تھے کہ انہوں نے تلوار کھینچ کر اعلان کرنا شروع کیا۔ کہ جو کوئی بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فوت شدہ کہے گا مَیں اس کی گردن اڑا دوں گا۔ اس وقت حضرت ابو بکر صدیقؓ کھڑے ہو گئے اور صحابہؓ کے سامنے یہی آیت پڑھی کہ

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ۔ [2]

---

[1]: تفسیر محمدی صفحہ ۳۲۰ منزل اوّل۔ حافظ الصمد بن عارف مطبع محمدی واقع لاہور۔ [2]: آلِ عمران: ۱۴۵

یعنی محمدؐ تو صرف ایک رسُول تھے ان سے پہلے جو رسول گذرے ہیں وہ سب فوت ہو چکے ہیں ۔ الخ ۔ لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ پر اس بات کے سُننے سے اس قدر غم طاری ہوُا کہ وہ زمین پر گر گئے ۔ کیونکہ انہوں نے اس وقت محسوس کر لیا کہ یہ وفورِ عشق کا کرشمہ تھا کہ وہ رسُولؐ اللہ کو زندہ سمجھ رہے تھے ورنہ انکے پیارے آقا بھی اللہ کے صرف ایک رسُول تھے جنہوں نے گزشتہ انبیاء کی طرح موت کے دروازے سے گزرنا تھا ۔ [1]

اب سوال یہ ہے کہ اگر کوئی گذشتہ نبی اس وقت تک زندہ ہوتا تو حضرت ابوبکرؓ کے اس استدلال پر کہ چونکہ پہلے سب نبی فوت ہو چکے ہیں طبعاً سیّدنا محمد رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی فوت ہونا چاہیئے صحابہ کرامؓ ضرور اعتراض کرتے اور خصوصاً حضرت عمرؓ اور انکے ہم خیال لوگ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ابھی تک زندہ تصوّر کر رہے تھے وہ ضرور چلا اُٹھتے کہ یہ کیا بات کہہ رہے ہو ؟ کیا مسیح ناصری زندہ نہیں ؟ لہذا ہمارا نبی بھی زندہ ہونا چاہیئے ۔ مگر سب صحابہؓ خاموش ہو گئے گویا صحابہ کا سب سے پہلا اجماع اس بات پر ہوُا کہ گذشتہ انبیاء تمام کے تمام فوت ہو چکے ہیں ۔ غور کا مقام ہے کہ مسیح ناصریؑ کی وفات پر یہ کیسی صاف اور واضح دلیل ہے ۔

دوسری آیت ۔

آجکل دنیا کا ایک بڑا حصّہ مسیحؑ کو خُدا مانتا ہے اس لئے اس حیثیت میں بھی قرآن مجید ان کی وفات کا ذکر کرتا ہے ۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :۔

" وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ ۔ اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ ۚ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ۔ [2]

---

[1] :۔ بخاری جلد اوّل ، کتابُ المناقب باب قول النبیؐ لو کُنت متخِذاً خلیلاً ۔

[2] :۔ النحل رکوع ۲ آیت ۲۱ ، ۲۲ ۔

ترجمہ:۔ اور جن معبودوں کو یہ لوگ اللہ کے سوا پکارتے ہیں وہ کوئی چیز پیدا نہیں کر سکتے۔ بلکہ وہ خود پیدا کئے گئے ہیں وہ مُردے ہیں نہ کہ زندہ اور وہ اتنا بھی نہیں جانتے کہ وہ کب اُٹھائے جائیں گے"۔

استدلال:۔ دُنیا میں جن لوگوں کی عبادت کی گئی اور ان کو خُدا کا شریک بنایا گیا۔ ان میں حضرت مسیحؑ کا نمبر پہلے درجہ پر ہے۔

لہٰذا اس آیت کی رُو سے جہاں سب بزرگ جن کو خدائی کا درجہ دیا گیا وفات یافتہ ثابت ہوتے ہیں وہاں حضرت مسیحؑ پہلے نمبر پہ وفات یافتہ ثابت ہوتے ہیں۔ کیونکہ جتنی پوجا ان کی کی گئی اتنی پوجا خُدا کے مقابل پر کسی دوسرے انسان کی نہیں کی گئی۔ لہٰذا وہ اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ میں پہلے نمبر پر داخل ہیں۔ یعنی وہ مُردہ ہیں نہ کہ زندہ اور وہ نہیں جانتے کہ ان کا بعث کب ہوگا؟

سوال:۔ بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ اس آیت سے بُت مراد ہیں۔ اس کا پہلا جواب یہ ہے کہ ان معبودوں کے متعلق یہ مذکور ہے وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ یعنی وہ اتنا بھی نہیں جانتے کہ کب اُٹھائے جائیں گے۔

اب ظاہر ہے کہ بعث یعنی اٹھایا جانا پتھر کے بُتوں کا نہیں ہوا کرتا بلکہ انسانوں کا ہی موت کے بعد بعث ہوگا۔ لہٰذا اس آیت میں انسانوں کا ذکر ہے۔ (دوسرا) یہاں "اَلَّذِيْنَ" کا لفظ استعمال ہوا ہے جو عربی قواعد کی رُو سے ذوی العقول یعنی عقل رکھنے والے جانداروں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ لہٰذا یہاں پتھر مراد نہیں ہو سکتے۔

تیسری آیت۔

اللہ تعالٰے فرماتا ہے:۔

وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ۔ اَفَاِنْ مِّتَّ

فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ ۔ (الانبیاء ع۳ آیت : ۳۵)

ترجمہ :۔ اور ہم نے تجھ سے پہلے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کسی انسان کو خلود یعنی غیر طبعی لمبی زندگی نہیں دی ۔ کیا یہ ہو سکتا ہے کہ تو فوت ہو جائے اور وہ زندہ رہیں ؟

استدلال :۔ دیکھو اللہ تعالیٰ کس قدر غیرت سے فرماتا ہے کہ یہ نہیں ہو سکتا کہ تُو جو اَنْفَعُ لِلنَّاس ہے دُنیا سے رحلت کر جائے اور کوئی تجھ سے پہلے کا انسان زندہ ہو ۔ پس ثابت ہُوا ۔ حضرت مسیحؑ تمام انسانوں کی طرح جو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم سے پہلے گذرے وفات پا گئے ۔

چوتھی آیت ۔

قرآن مجید فرماتا ہے :۔

"یٰعِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ وَرَافِعُكَ اِلَیَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْآ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ" (اٰل عمران ع۶ آیت : ۵۶)

ترجمہ :۔ اے عیسیٰ میں تجھے تیری طبعی موت سے وفات دُوں گا ۔ اور تجھے اپنی طرف اُٹھاؤں گا اور تجھے پاک کروں گا ان لوگوں سے جنہوں نے کفر کیا اور تیرے متبعین کو قیامت تک تیرے منکرین پر غالب رکھوں گا ۔

استدلال :۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔ کہ جب یہودیوں نے حضرت مسیحؑ کی سخت مخالفت کی اور ان کو مارنا اور قتل کرنا چاہا اور قسم قسم کی تکالیف دینا شروع کیں ۔ تو اللہ تعالیٰ نے مسیح ناصری سے چار وعدے کیئے جو ایک خاص ترتیب میں واقع ہوئے ہیں ۔ یعنی (۱) وفات (۲) رفع (۳) تطہیر (۴) غلبہ ۔

پس اسی ترتیب کے مطابق اللہ تعالیٰ نے پہلے حضرت عیسیٰؑ کو وفات دی پھر ان کا رفع کیا۔ پھر قرآن کے ذریعہ یہودیوں نے آپ پر جو الزامات لگائے تھے ان سے آپ کو پاک کیا پھر چوتھے وعدہ کے مطابق مسیحؑ کے تابعداروں کو یعنی عیسائیوں اور مسلمانوں کو آپ کے منکرین یعنی یہود پر قیامت تک غلبہ دیا جو ترتیب اللہ تعالیٰ نے قرآنی الفاظ کی رکھی ہے اسی کے مطابق جب پچھلے تین وعدے مسلمہ طور پر پورے ہو چکے ہیں۔ تو ضرور ماننا پڑتا ہے کہ پہلا وعدہ جو مسیح کی وفات سے متعلق تھا وہ بھی پورا ہو چکا ہے۔

سوال :۔ بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ یہاں جو لفظ مُتَوَفِّیْكَ کا آیا ہے اس کا مصدر ہے تَوَفِّی اور تَوَفِّی کے معنے قبض روح یعنی وفات کے نہیں بلکہ اس کے معنے ہیں سارے کا سارا اُٹھا لینا۔

اس کا پہلا جواب یہ ہے کہ قرآن شریف کے ۲۳ مقامات میں لفظ توفّی قبض روح کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ اوّل سے آخر تک سارا قرآن پڑھ لو۔ کہیں قبض رُوح کے بغیر اس لفظ کا استعمال نہیں ہوا۔ لہٰذا یہ ہٹ دھرمی ہے کہ توفّی کا لفظ جب کسی اور انسان، رسول حتیٰ کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے استعمال ہو وہاں اس کے معنے قبضِ رُوح کے لئے جائیں اور جب مسیح ناصریؑ کے لئے استعمال ہو وہاں سارے کا سارا اُٹھا لینا مراد لیا جائے۔ یہ کیسا انصاف ہے؟

دوسرا جواب یہ ہے کہ بخاری شریف میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ جو جلیل القدر صحابی ہیں انہوں نے اس کی تشریح کی ہے:۔

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ مُتَوَفِّیْكَ اَیْ مُمِیْتُكَ۔ [1]

---

[1] :۔ صحیح بخاری الجزء الثانی۔ کتاب التفسیر باب مَا جَعَلَ اللّٰہُ من بحیرۃٍ ۔۔۔۔۔

یعنی مُتَوَفِّیْكَ کے معنے مُمِیْتُكَ ہیں۔ یعنی مَیں تجھے وفات دُوں گا۔

تیسرا اگر مُتَوَفِّیْكَ کا معنیٰ سارے کا سارا اٹھانا ہے تو اس آیت میں رَافِعُكَ کا لفظ مہمل اور بے فائدہ ماننا پڑتا ہے۔

چوتھے۔ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے لفظ توفّی پر ایک چیلنج شائع کیا ہے اور اس پر بھاری انعام مقرر کیا ہے۔ جس کا جواب آج تک دنیا کا کوئی عالم نہیں دے سکا۔ اور وہ یہ ہے:۔

"جب خدا فاعل ہو اور صرف انسان مفعول بہٖ ہو تو توفّی کے معنے سوائے قبض رُوح کے ہرگز اور کوئی نہیں ہو سکتے۔[1]

پانچویں آیت:۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:۔

" وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ " (سورہ المائدہ ع ۱۶ آیت: ۱۱۸)

ترجمہ:۔ " اور تھا مَیں ان پر گواہ جب تک ان کے اندر رہا۔ پس جس وقت تُو نے مجھے وفات دی تو پھر تُو ہی ان کو دیکھنے والا تھا۔

استدلال:۔

یہ ٹکڑا ایک لمبی آیت کا ہے اس سے پہلے یہ مضمون ہے کہ اللہ تعالےٰ قیامت کے دن عیسیٰ بن مریمؑ سے پوچھے گا کہ کیا تُو نے لوگوں سے یہ کہا تھا کہ تم مجھے اور میری ماں کو دو خُدا مانو اللہ کے سوا؟ تو اس پر حضرت عیسیٰؑ جواب دیں گے " پاک ہے تیری ذات مجھے زیبا نہیں کہ کہوں وہ بات جس کا مجھے کوئی حق نہیں۔ اگر مَیں نے کوئی ایسی بات کہی ہے تو تُو اُسے جانتا ہے۔ تو جانتا ہے جو میرے جی میں ہے لیکن مَیں نہیں جانتا جو تیرے جی میں ہے

---

[1]:۔ ازالہ اوہام روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۶۰۲

تُو بے شک سب غیبوں کا جاننے والا ہے۔ مَیں نے ان کو اس بات کے سوا جس کا تُو نے مجھ کو حکم دیا تھا اور کچھ نہیں کہا۔ اور وہ یہ کہ عبادت کرو اس کی جو میرا اور تمہارا دونوں کا پروردگار ہے اور مَیں ان پر نگران رہا۔ جب تک کہ مَیں ان کے درمیان رہا۔ لیکن اے خُدا! جب تُو نے مجھے وفات دیدی تو پھر تو تُو ہی ان کو دیکھنے والا تھا۔ اور تو ہر ایک چیز پر نگران ہے۔"

یہ آیت مسیحؑ کی وفات پر دلیل کا ایک سورج چڑھا دیتی ہے۔ یہاں مسیح صرف دوؔ زمانوں کا ذکر کرتے ہیں۔ پہلا زمانہ وہ جس میں مسیحؑ ان کے اندر موجود تھے۔ اور دوسرا زمانہ وفات کے بعد کا زمانہ۔ مسیح کہتے ہیں کہ میری قوم میں شرک کا دَور میری وفات کے بعد شروع ہوا۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ عیسائی کئی صدیوں سے شرک میں گرفتار چلے آتے ہیں۔ اور مسیح اقرار کرتے ہیں کہ شرک میری وفات کے بعد شروع ہوا۔ پس معلوم ہوا کہ مسیحؑ مدّت سے وفات پا چکے ہیں۔

دُوسرا استدلال یہ ہے کہ اگر بالفرض مان لیا جائے کہ مسیحؑ اب تک آسمان پر زندہ موجود ہیں۔ اور آخری زمانہ میں قیامت سے پہلے زمین پر نازل ہونگے تو لامحالہ وہ سب عیسائیوں کا شرک اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے اور اپنی امّت کے بگاڑ سے پُورے واقف ہو جائیں گے اور انہیں معلوم ہو جائے گا۔ کہ میری اُمّت مجھ کو خُدا بنا رہی ہے تو اس صورت میں وہ کس طرح اپنی ناواقفیت کا اظہار کر سکتے ہیں۔ یقیناً مسیحؑ کی طرف سے یہ نعوذ باللہ ایک غلط بیانی ہوگی۔ اگر وہ باوجود علم رکھنے کے پھر لاعلمی کا اظہار کریں

حدیث میں اس آیت کی تفسیر

حدیث میں آتا ہے کہ قیامت کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کچھ لوگ جہنم کی طرف چلائے جائیں گے۔ حضورؐ فرماتے ہیں مَیں ان کو دیکھ کر چلّا اُٹھوں گا۔ "اُصَیْحَابِیْ۔ اُصَیْحَابِیْ"۔ یہ تو میرے صحابہ ہیں۔ یہ تو میرے صحابہ ہیں۔ اس پر فرشتے کہیں گے:۔

"آپ نہیں جانتے یہ لوگ تو آپ کے بعد اپنی ایڑیوں کے بل پھر گئے تھے"۔
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ یہ سن کر میں وہی کہوں گا جو ایک نیک بندے عیسیٰ بن مریمؑ نے کہا:۔

"كُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَّا دُمْتُ فِيهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتَ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ" ؎۱

یعنی جب تک میں ان کے درمیان رہا میں ان کی نگرانی کرتا رہا۔ لیکن جب اے خدا تُو نے مجھ کو وفات دے دی تو پھر تُو ہی ان کو دیکھنے والا تھا۔

دیکھئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہی الفاظ اپنے متعلق استعمال کئے جو حضرت عیسیٰؑ نے کئے تھے۔ اب یہ ظاہر ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آسمان پر نہیں اُٹھائے گئے۔ بلکہ موت نے ہی آپؐ کو اپنے متبعین سے الگ کیا تھا۔ یہی معنے عیسیٰؑ کے متعلق لینے چاہئیں۔

چھٹی آیت:۔ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ بنی نوع انسان کو مخاطب کر کے فرماتا ہے:۔

"فِيهَا تَحْيَوْنَ وَفِيهَا تَمُوتُونَ" (الاعراف رکوع ۲ آیت: ۲۶)

ترجمہ:۔ "تم اپنی زندگی کے دن زمین پر ہی کاٹو گے اور زمین پر ہی تمہیں موت آئے گی"۔

استدلال:۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ وضاحت کے ساتھ فرماتا ہے کہ انسانوں کے لئے یہ مقدر ہو چکا ہے کہ وہ زمین پر ہی زندگی کے دن گزاریں گے اور زندگی کے دن گذارنے کے بعد جب موت کا وقت آئے گا تو ان کی موت بھی زمین پر ہی ہوگی۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ باوجود ایک انسان ہونے کے کس طرح بجسمِ عنصری آسمان پر جا بیٹھے کیا مسیحؑ کو زندہ آسمان پر پہنچاتے ہوئے (نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ اپنے اس فیصلہ کو بھول گیا۔

؎۱:۔ صحیح البخاری الجزء الثانی۔ کتاب التفسیر باب قولہٖ ماجعل اللّٰہ من بحیرۃ ولا سائبۃ۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

"اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ كِفَاتًاۙ اَحْيَآءً وَّ اَمْوَاتًاۙ" (المرسلات: ۲۶،۲۷)۔

یعنی ہم نے اس زمین کو ایسا بنایا ہے کہ وہ زندوں اور مُردوں کو اپنے پاس رکھنے والی ہے۔ اس آیت نے گویا پہلی آیت کی تشریح کردی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے زمین کے اندر یہ خاصیت رکھی ہے کہ وہ زندوں اور مُردوں کو اپنے ساتھ لگائے رکھتی ہے اور انسانی جسم کو باہر نہیں جانے دیتی یہ آیت بھی مسیحؑ کے آسمان پر جانے کو غلط ثابت کر رہی ہے۔

ساتویں آیت :۔

جب کفّار نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ اگر آپ سچے رسُول ہیں تو ہمیں آسمان پر چڑھ کر دکھائیں پھر ہم مان لیں گے۔ تو اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ اے رسُول تو ان کو جواب دے :۔

"قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا"۔

(بنی اسرائیل ع آیت: ۹۴)

یعنی پاک ہے میرا رب مَیں تو صرف ایک انسان رسُول ہُوں۔

استدلال :۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے صاف فرمایا ہے کہ ایک بشر کا زندہ آسمان پر جانا خُدا کی سنّت اور وعدہ کے خلاف ہے اور خُدا اس بات سے پاک ہے کہ خود اپنے فیصلوں کو توڑے۔ غور کا مقام ہے کہ کفارِ عرب نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم جیسے عظیم الشّان انسان سے آسمان پر جانے کا معجزہ طلب کرتے ہیں اور اس قسم کا معجزہ دیکھنے پر ایمان لانے کا وعدہ کرتے ہیں۔ لیکن نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم صاف جواب دیتے ہیں کہ مَیں تو صرف ایک بشر ہوں اور کوئی بشر آسمان پر زندہ نہیں جاسکتا۔ اس آیت کے ہوتے ہُوئے اگر ایک عیسائی اس بات کے کہنے کی جرأت کرے تو کرے کہ مسیحؑ آسمان پر چلا گیا۔ مگر ایک مسلمان کہلانے والا انسان جو مسیحؑ کو ایک انسان در

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے درجہ میں بہت چھوٹا انسان یقین کرتا ہے وہ ایک لمحہ کے لئے بھی اس بات کو قبول نہیں کر سکتا کہ حضرت مسیح ناصریؑ اپنے جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر جا بیٹھے ہیں۔

غیرت کی جا ہے عیسٰی زندہ ہو آسماں پر
مدفون ہو زمیں میں شاہِ جہاںؐ ہمارا

آٹھویں آیت:۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

"وَمَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ وَأُمُّهُ صِدِّيقَةٌ كَانَا يَأْكُلَانِ الطَّعَامَ۔ (المائدہ ع آیت: ۷۶)

ترجمہ۔ اور نہیں مسیح بن مریم مگر رسول تحقیق گذر چکے پہلے اس سے کئی رسول۔ اس کی ماں ایک پاک اور سچی عورت تھی۔ وہ دونوں ماں بیٹا کھانا کھایا کرتے تھے۔

استدلال:۔ اس آیت سے ثابت ہے کہ مسیحؑ اور ان کی والدہ کھانے کے محتاج تھے۔ اور ان کا مادی جسم بغیر کھانے کے برقرار نہ رہ سکتا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ کا بطور ماضی استمراری یہ بیان کرنا کہ وہ کھانا کھایا کرتے تھے۔ صاف دلالت کرتا ہے کہ اب وہ کھانے کے محتاج نہیں۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ اب وہ دونوں وفات پا چکے ہیں۔

سوال:۔ اگر کوئی اعتراض کرے کہ مسیحؑ کا جسم کھانے کے بغیر ہی زندہ اور برقرار ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں محکم طور پر ہمیں یقینی خبر دی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے تمام انبیاء کے اجسام طعام کے بغیر قائم رہنے والے نہ تھے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

"وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِينَ إِلَّا إِنَّهُمْ لَيَأْكُلُونَ الطَّعَامَ وَيَمْشُونَ فِي الْأَسْوَاقِ" (الفرقان ع ۲۔ آیت: ۲۱)

یعنی ہم نے اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تجھ سے پہلے رسول نہیں بھیجے۔ مگر وہ کھانا

کھایا کرتے تھے۔ اور بازاروں میں پھرا کرتے تھے۔

اسی طرح ایک اور آیت اس مسئلہ کا قطعی فیصلہ کرتی ہے کہ کسی نبی کا جسم بغیر کھانے کے قائم رہنے والا نہیں اور وہ یہ ہے :۔

"وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَأْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوْا خٰلِدِيْنَ" (الانبیاء ع ۱ - آیت : ۹)

اور ہم نے ان نبیوں کے ایسے جسم نہیں بنائے تھے جو کھانا نہ کھاتے ہوں۔ اور نہ تھے وہ ہمیشہ رہنے والے۔

نویں آیت :۔ اللہ تعالٰے فرماتے ہیں :۔

"وَأَوْصَانِيْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَيًّا"

(مریم ع ۲ - آیت : ۳۲)

ترجمہ :۔ عیسٰیؑ نے کہا۔ اللہ تعالٰے نے مجھے تاکیدی حکم دیا ہے کہ جب تک میں زندہ رہوں نماز پڑھتا رہوں اور زکوٰۃ ادا کرتا رہوں۔

استدلال :۔ یہ آیت فیصلہ کرتی ہے کہ اپنی زندگی کے زمانہ میں حضرت عیسٰیؑ نماز پڑھتے تھے اور زکوٰۃ بھی دیا کرتے تھے اب چونکہ وہ وفات پا چکے ہیں۔ اور دار العمل میں نہیں رہے بلکہ خدا تعالٰی کے پاس جنت میں ہیں۔ لہٰذا اب ان پر نہ نماز فرض ہے نہ زکوٰۃ۔ جیسا کہ ہر انسان پر شریعت کی تکلیف زندگی میں ہوتی ہے نہ کہ مرنے کے بعد۔ دوسرا اگر وہ آسمان پر زندہ تسلیم کئے جائیں اور ان احکام کی پابندی ان پر اب بھی ضروری تجویز کی جائے تو ماننا پڑتا ہے کہ انکے پاس آسمان پر روپیہ بھی ہو اور زکوٰۃ وصول کرنے والوں کا ایک گروہ بھی موجود ہو اور یہ باتیں بالبداہت محال ہیں۔ اسی طرح اگر حضرت عیسٰیؑ اب بھی آسمان پر نماز پڑھتے ہیں تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ کونسی نماز پڑھتے ہیں۔ اسلامی نماز یا اسرائیلی نماز۔ اگر کہا جائے اسرائیلی تو وہ قرآن کے بعد منسوخ

ہو چکی اگر کہا جائے اسلامی نماز۔ تو اس کی ان کو خبر کیسے ہوئی۔ بہر حال یہ آیت بھی حضرت عیسٰیؑ کی وفات پر دلالت کرتی ہے۔

وفاتِ مسیحؑ ازروئے احادیث

یہاں ہم صرف چار احادیث پیش کرتے ہیں جو مسیحؑ کی وفات کو ثابت کرتی ہیں :۔

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔

اِنَّ عِیْسٰی بْنَ مَرْیَمَ عَاشَ عِشْرِیْنَ وَمِائَۃَ سَنَۃٍ۔

یعنی عیسٰی بن مریم ایک سو بیس۱۲۰ سال زندہ رہے۔ [۱]

یہ حدیث مسیحؑ کی عمر کی تعیین کر کے صاف طور پر ان کی وفات پر دلالت کرتی ہے۔

(۲) حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔

"لَوْ کَانَ مُوْسٰی وَعِیْسٰی حَیَّیْنِ لَمَا وَسِعَھُمَا اِلَّا اتِّبَاعِیْ" [۲]

یعنی اگر موسٰی اور عیسٰی زندہ ہوتے تو ان کو بھی میری اطاعت کے بغیر چارہ نہ ہوتا۔

یہ حدیث صاف فیصلہ کرتی ہے کہ نہ موسٰی زندہ ہیں نہ عیسٰی زندہ ہیں۔

(۳) معراج کی حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں "جب میں دوسرے آسمان پر گیا۔ تو میں نے وہاں یحیٰی اور عیسٰی کو دیکھا" [۳]

---

[۱] :۔ (۱) کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۲۰ از علامہ علاؤ الدین علی المتقی مطبوعہ حیدر آباد (۱۱) مستدرک حاکم صفحہ ۱۴۰ (۱۱۱) زرقانی جلد ۵ صفحہ ۴۲۔

[۲] :۔ (۱) تفسیر ابن کثیر اردو جلد اوّل۔ آلِ عمران صفحہ ۵۴ از نور محمد کارخانہ تجارت آرام باغ کراچی۔

(۱۱) تفسیر ابن کثیر برحاشیہ تفسیر فتح البیان جلد ۲ صفحہ ۲۴۶۔ (۱۱۱) الیواقیت والجواہر از امام عبدالوہاب شعرانی جلد ۲ صفحہ ۲ ؛

[۳] :۔ الخصائص الکبریٰ جلد اوّل صفحہ ۱۶۸ از جلال الدین عبد الرحمٰن مطبوعہ حیدر آباد دکن ؛

اب یہ سب کے نزدیک مسلّم ہے کہ یحییٰ فوت ہو چکے ہیں اور ان کی رُوح جسم عنصری سے الگ ہے۔ اس لئے ثابت ہؤا مسیحؑ بھی فوت شدہ ہیں۔ کیونکہ مُردوں میں وہی شخص رہتا ہے جو خود فوت شدہ ہو۔

(۴)۔ (اختلاف حُلیتین) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دوؔ مسیحوں کا الگ الگ حلیہ بیان فرمایا ہے آپ نے مسیح اسرائیلی کا حلیہ معراج کی رات یوں بیان کیا:۔

"فَاَمَّا عِیْسٰی اَحْمَرُ جَعْدٌ" [۱]

کہ عیسٰی سُرخ رنگ اور گھنگریالے بالوں والے تھے اور جہاں آپ قاتلِ دجّال مسیح کا حلیہ ذکر کرتے ہیں۔ تو فرماتے ہیں:۔

"رَجُلٌ اٰدَمُ سَبِطُ الشَّعْرِ" [۲]

کہ وہ گندم گوں کھلے بالوں والا تھا۔

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کا دوؔ مسیحوں کا الگ الگ حلیہ بیان کرنا صاف ظاہر کرتا ہے کہ اسرائیلی مسیح اور ہے اور محمدی مسیح دوسرا شخص ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السّلام فرماتے ہیں:۔ ؎

مسیّد جُدا کند زمسیحائے احمرم [۳]

کہ میرا آقا حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم مجھے سُرخ رنگ کے مسیح سے جُدا کرتا ہے۔

شہاداتِ اکابرِ اُمّت

بعض لوگ کہتے ہیں کہ حیاتِ مسیحؑ پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے۔ لہٰذا احمدی جماعت

---

[۱]، [۲]:۔ بخاری جلد دوّل کتاب الانبیاء باب وَاذْکُرْ فِی الْکِتٰبِ مَرْیَمَ اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَھْلِھَا۔

[۳]:۔ درِ ثمین فارسی صفحہ ۲۲۲، ازالہ اوہام صفحہ ۱۵۶۔

وفاتِ مسیحؑ مان کر اجماعِ اُمّت کے برخلاف چلتی ہے۔ تو اس کے جواب میں یاد رکھنا چاہیئے کہ جب قرآن و حدیث نبویہ سے وفاتِ مسیحؑ ثابت ہوگئی تو قرآن و حدیث کے مقابلہ میں کونسا اجماع پیش ہوسکتا ہے۔ قرآن نے مسیحؑ کو ماردیا۔ احادیث سے وفات ثابت ہے محمد رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوت ہو کر ثابت کر دیا کہ تمام نبی وفات پا گئے ہیں۔ ؎

بدنیا گر کسے پائندہ بودے

ابوالقاسم محمدؐ زندہ بودے

صحابہؓ کا پہلا اجماع جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں اس بات پر ہوُا کہ تمام انبیاء وفات پا گئے ہیں۔ پس چند مولویوں کا اجماع کہ عیسیٰؑ آسمان پر زندہ ہے قرآن و حدیث اور صحابہؓ کے اجماع کے مقابلہ میں کوئی وقعت نہیں رکھتا۔ باقی یہ کہنا کہ اس مسئلہ پر تمام امّت کا اجماع ہے غلط ہے۔ ہمارے پاس امّتِ محمدیہ کے بزرگوں کی بیسیوں شہادتیں موجود ہیں جو وفاتِ مسیحؑ کے قائل تھے حضرت مرزا صاحبؑ کے دعویٰ سے پہلے کے لوگوں اور آپ کے دعویٰ کے بعد کے لوگوں کی بھی۔ بہر حال ہر زمانہ میں ایسے محقق مسلمان ہوتے چلے آئے ہیں جو وفاتِ مسیحؑ کے قائل تھے اور آج کے زمانہ میں بھی جماعت احمدیہ سے باہر ایسے محقق مسلمان موجود ہیں جو علی الاعلان وفاتِ مسیحؑ کو مانتے ہیں لہٰذا یہ کہنا کہ حیاتِ مسیحؑ پر اجماع ہے غلط دعویٰ ہے۔ ہم یہاں چند اکابرِ امّت کی شہادات پیش کرتے ہیں تاکہ واضح ہو جائے کہ حیاتِ مسیحؑ پر ہرگز امّت کا اجماع نہیں ہوُا۔

۱۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ صحابی :-

انہوں نے لفظ مُتَوَفِّیْکَ کا معنیٰ مُمِیْتُکَ بیان کر کے اپنا عقیدہ صاف ظاہر کیا کہ ان کے نزدیک مسیحؑ فوت ہو چکے ہیں۔ [1]

---

[1] :- بخاری الجزء ثانی کتاب التفسیر باب قولہ مَاجَعَلَ اللّٰہُ مِنْ بَحِیْرَۃٍ وَّلَا سَائِبَۃٍ۔

۲ - حضرت امام مالکؒ :-

ائمہ اربعہ میں سے حضرت امام مالکؒ وفاتِ مسیحؑ کے قائل ہیں۔ چنانچہ مجمع البحار میں لکھا ہے کہ وَقَالَ مَالِکٌ مَاتَ کہ امام مالکؒ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت عیسیٰؑ فوت ہو چکے ہیں[۱]

۳ - امام ابنِ حزمؒ -

کمالین حاشیہ تفسیر جلالین میں لکھا ہے :-

" وَتَمَسَّكَ ابْنُ حَزْمٍ بِظَاهِرِ الْآيَةِ وَقَالَ بِمَوْتِهٖ ۔[۲]

کہ امام بنِ حزمؒ نے آیت کے ظاہری معنوں سے استدلال کرکے مسیحؑ کی وفات بیان کی ہے۔

۴ - مفتی مصر :-

مصر کے مشہور متبحر عالم الازہر یونیورسٹی کے شیخ علامہ محمود شلتوت لکھتے ہیں :-

" قرآن مجید اور سنّتِ مطہرہ میں کوئی ایسی سند نہیں ہے جس سے اس عقیدہ پر دل مطمئن ہو سکے کہ حضرت عیسیٰؑ اپنے جسم کے ساتھ آسمان پر اٹھائے گئے اور اب تک وہ آسمان پر زندہ ہیں۔ اور یہ کہ وہی آخری زمانہ میں زمین پر آئیں گے "[۳]

۵ - مفسرِ حجاز :-

موجودہ زمانہ میں سعودی عرب کے مشہور مفسرِ قرآن علامہ عبدالرحمٰن سعدی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں :-

" وَمِنْهَا مَا اَكْرَمَ اللّٰهُ بِهٖ عِيْسٰى اَنِ انْتَشَرَ اَصْحَابُهٗ فِى الْاٰفَاقِ فِىْ حَيَاتِهٖ وَبَعْدَ مَمَاتِهٖ ۔

---

۱ :- مجمع بحار الانوار جلد ۱ صفحہ ۲۸۶ ، ۲ :- جلالین مع کمالین صفحہ ۱۰۹ - فی المطبع المجتبائی دہلوی -

۳ :- الفتاویٰ از محمود شلتوت صفحہ ۵۵ مطبوعہ دسمبر ۱۹۵۹ء جامع الازہر -

یعنی عیسٰیؑ کو اللہ تعالیٰ نے یہ عزت دی کہ آپ کے اصحاب دنیا میں پھیل گئے ان کی زندگی میں اور ان کی موت کے بعد۔

متفرق شبہات کا ازالہ

ایک عقلمند اور خدا ترس انسان کے سامنے وفاتِ مسیحؑ پر اتنے دلائل کافی ہوں گے قرآن و حدیث پکار پکار کر گواہی دے رہے ہیں کہ مسیح ناصریؑ فوت ہو چکے ہیں۔ بزرگانِ امت کے حوالہ جات اس کی تائید میں ہیں۔ سنت اللہ یہی ہے کہ جو شخص مر جاوے وہ زندہ دوبارہ دنیا میں نہیں آتا۔ لہٰذا ہم انہیں دلائل پر اکتفا کرتے ہیں اور چند شبہات کا یہاں ازالہ کرنا ضروری جانتے ہیں جو اس مسئلہ کے سمجھنے میں روک بنتے ہیں۔

حیاتِ مسیحؑ کا عقیدہ اسلام میں کہاں سے آیا؟

ایک شبہ یہ کیا جاتا ہے کہ اگر حضرت مسیحؑ فوت ہو گئے تھے تو عوام الناس مسلمانوں نے حیاتِ مسیحؑ کا عقیدہ کہاں سے لے لیا؟ سو اس کا جواب یہ ہے کہ جب اسلام کی ترقی کا زمانہ تھا۔ اس وقت عیسائی لوگ فوج در فوج اسلام میں داخل ہوئے اور یہ ایک فطری تقاضا ہے کہ انسان اپنے خیالات کو آہستہ آہستہ چھوڑتا ہے۔ مثل مشہور ہے کہ رام رام نکلتے ہی نکلے گا۔ اور رحیم کا نام داخل ہوتے ہوتے ہی داخل ہوگا ان لوگوں کے دلوں سے مسیح ناصریؑ کی بے جا محبت شرک کے مقام سے تو بے شک نیچے گر گئی تھی لیکن ابھی کلی طور پر دل سے نہ نکلی تھی۔ عیسائی مذہب میں پہلے سے مسیحؑ کی آمد ثانی کی پیشگوئی موجود تھی انہوں نے اسلام میں بھی مسیحؑ کی آمدِ ثانی کی خبر پائی۔ جس سے فوراً انہوں نے یہ خیال کیا کہ یہ وہی خبر ہے جو عیسائیت میں موجود ہے۔ پس انہوں نے اعتقاد کر لیا کہ پہلے مسیحؑ خود دوبارہ آئیں گے اور وہ آسمان پر

زندہ ہیں اور عوام الناس نے انہیں سے یہ عقیدہ سن کر اپنے دلوں میں راسخ کر لیا۔ چنانچہ علّامہ ابنِ کثیر لکھتے ہیں :۔

"فَفِیْ زَادِ الْمَعَادِ لِلْحَافِظِ ابْنِ الْقَیِّمِ رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی مَا یُذْکَرُ اَنَّ عِیْسٰی رُفِعَ وَھُوَ ابْنُ ثَلَاثٍ وَّ عِشْرِیْنَ سَنَۃً لَا یُعْرَفُ بِہٖ اَثَرٌ مُتَّصِلٌ یَجِبُ الْمَصِیْرُ اِلَیْہِ قَالَ الشَّامِیُّ وَھُوَ کَمَا قَالَ فَاِنَّ ذٰلِکَ اِنَّمَا یُرْوٰی عَنِ النَّصَارٰی"۔ [1]

یعنی حافظ ابن قیمؒ کی کتاب زاد المعاد میں لکھا ہے کہ یہ جو کہا جاتا ہے کہ حضرت عیسٰیؑ ۳۳ سال کی عمر میں اُٹھائے گئے اس کی تائید کسی حدیث سے نہیں ہوتی۔ تا کہ اس کا ماننا واجب ہو شامی نے کہا ہے کہ جیسا کہ ابن القیمؒ نے فرمایا ہے۔ فی الواقعہ ایسا ہی ہے اس عقیدہ کی بنا حدیثِ رسُول پر نہیں بلکہ یہ نصاریٰ کی روایات ہیں۔

دوسرا شبہ :۔ بعض لوگ کہتے ہیں۔ مان لیا حضرت عیسٰیؑ فوت ہو گئے ہیں۔ لیکن کیا اللہ تعالیٰ قادر نہیں ہے کہ انہیں دوبارہ زندہ کر کے دنیا میں لاوے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مُردوں کا زندہ ہو کر دوبارہ دنیا میں آنا اسلامی تعلیم اور سنّتِ الٰہیّہ کے سراسر خلاف ہے۔ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں " وَحَرَامٌ عَلٰی قَرْیَۃٍ اَھْلَکْنٰھَا اَنَّھُمْ لَا یَرْجِعُوْنَ۔ [2]

یعنی جن لوگوں کو ہم مار دیتے ہیں ان پر حرام ہے کہ وہ اس دنیا کی طرف واپس لوٹیں۔"

پھر فرماتا ہے :۔ "وَمِنْ وَّرَآئِھِمْ بَرْزَخٌ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ۔ [3]

یعنی جو لوگ مر جاتے ہیں ان کے اور اس دُنیا کے درمیان ایک روک ہو جاتی ہے جو قیامت کے دن تک رہے گی"۔

---

[1] :۔ فتح البیان جلد ۲ صفحہ ۴۹ از علّامہ ابنِ کثیر۔ مطبوعہ مصر ۱۳۰۰ھ ؛

[2] :۔ سورہ الانبیاء پارہ ۱۷ آیت : ۹۶ ؛ [3] :۔ سورہ المومنون آیت : ۱۰۱ ؛

یہ قرآنی آیات فیصلہ کرتی ہیں کہ جو شخص مرجاوے وہ قیامت سے پہلے دنیا میں نہیں واپس آسکتا۔

پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث اس مسئلہ کو بالکل صاف کرتی ہے۔ جنگِ اُحد میں حضرت جابرؓ کے والد شہید ہوگئے۔ حضور فرماتے ہیں کہ شہادت کے بعد جب ان کی رُوح خُدا کے حضور پیش ہوئی۔ تو اللہ تعالیٰ نے پوچھا تم کیا مانگتے ہو تو انہوں نے عرض کی۔ یا باری تعالیٰ میری یہ آرزو ہے کہ مَیں دوبارہ دنیا میں جاؤں اور پھر تیرے راستہ میں مقامِ شہادت حاصل کروں۔ خُدا تعالیٰ نے اس کے جواب میں فرمایا:۔

"سَبَقَ الْقَوْلُ مِنِّیْ اَنَّھُمْ لَا یَرْجِعُوْنَ" [1]

یعنی ایسا نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ مَیں پہلے سے اصولی فیصلہ کر چکا ہوں کہ جو لوگ مرجاتے ہیں۔ وہ پھر اس دنیا میں واپس نہیں آئیں گے۔

تیسرا شبہ:۔ ایک تیسرا بڑا شبہ جو عام مسلمانوں کے ذہنوں میں پیدا ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ جب احادیث میں صریحًا آتا ہے کہ تم میں ابنِ مریم آئیں گے یا نازل ہونگے تو ہم کیونکر نہ یہ سمجھیں کہ ابنِ مریم تو ایک ہی ہوئے ہیں اور وہ حضرت عیسیٰؑ اسرائیلی نبی ہیں اور وہی بنفسِ نفیس دوبارہ دنیا میں آئیں گے لہٰذا وہ زندہ ہیں۔

جواب:۔ اس سوال کا جواب سمجھنے سے پہلے تین امور پر غور کرنا ضروری ہے۔ اوّل یہ کہ احادیث کے متعلق یہ قاعدہ ہے کہ جو حدیث قرآن شریف یا احادیث صحیحہ کے برخلاف نظر آئے اس کے معنے کرتے وقت یہ اصول ذہن نشین کرنا پڑتا ہے کہ ایسے معنے کئے جائیں جو قرآن اور احادیث صحیحہ کے برخلاف نہ ہوں۔ اس اصول کی بناء پر جب ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن عیسٰیؑ کو وفات شدہ مانتا ہے اور احادیث صحیحہ گواہی دیتی ہیں کہ مسیحؑ فوت ہوگئے اور سنّت اللہ بھی اسی کی تائید

---

[1]:۔ ترمذی جلد الثانی۔ کتابُ التفسیر۔ بابُ ماجاءَ فِی الّذِی یُفَسِّرُ القرآنَ بِرَأیِہٖ ومن سورہ آلِ عمرٰن۔

کرتی ہے۔ تو یہ حدیث جس میں مسیحؑ کی آمدِ ثانی کی پیشگوئی ہے لامحالہ اس کے یہی معنے کئے جائیں گے کہ ابنِ مریم سے مراد کوئی ایسا فرد ہے جو ابنِ مریم کی صفات اپنے اندر رکھتا ہو نہ کہ پہلے مسیحؑ۔ کیونکہ جب ثابت ہوگیا کہ پہلے مسیحؑ فوت ہوگئے اور قرآن ہرگز اجازت نہیں دیتا کہ وفات یافتہ انسان دوبارہ دنیا میں آئیں تو ابنِ مریم سے مراد مثیلِ ابنِ مریم ہے۔ دوسرا امر یہ ہے کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جنہوں نے پیشگوئی کی ہے انہوں نے اس سے کیا مراد لیا ہے چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ ابنِ مریمؑ کی جن احادیث میں پیشگوئی بیان کی گئی ہے وہاں ساتھ یہ الفاظ بھی تشریحی طور پر مذکور ہیں کہ آپ نے ساتھ یہ بھی فرمایا کہ "وَ اِمَامُکُمْ مِنْکُمْ"[1] کہ وہ ابنِ مریمؑ جو تم میں آئے گا وہ تمہارا امام ہوگا۔ اور اے مسلمانو! وہ تم میں سے ہوگا۔ غرض مسیح موعودؑ کے متعلق اِمَامُکُمْ مِنْکُمْ کے الفاظ فرما کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سارے جھگڑے کا فیصلہ کر دیا ہے۔ اور شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں چھوڑی کہ یہ مت سمجھنا وہ پہلے مسیحؑ ہیں۔ بلکہ وہ مسیح محمدیؑ تم میں سے ہوگا۔ الغرض مِنْکُمْ کا لفظ مسیح ناصریؑ کے متعلق ساری امیدوں پر پانی پھیر دیتا ہے۔

تیسری یہ بات ذہن نشین کرنی چاہیئے۔ کہ یہ سنّتِ الٰہیّہ ہے کہ جب کبھی کسی نبی کے متعلق اس کی آمدِ ثانی کی پیشگوئی کی جاتی ہے تو اس سے یہ مراد ہرگز نہیں ہوتا کہ وہ خود دوبارہ دنیا میں آئے گا بلکہ اس سے مراد یہ ہوتا ہے کہ اس کا کوئی مثیل دنیا میں آئے گا۔ دیکھو اس کا ایک نمونہ ہمیں پہلے نبیوں کی تاریخ میں ملتا ہے۔ ملاکی نبی کی کتاب میں یہ وعدہ کیا گیا تھا۔ کہ مسیح ناصریؑ سے پہلے لیاس یعنی ایلیا نبی دوبارہ دنیا میں آئے گا۔ تب مسیحؑ آئے گا۔ اب اس پیشگوئی سے یہود یہی سمجھے کہ وہ ایلیا جو پہلے گذر چکا ہے وہی بذاتِ خود نازل ہوگا اور اس کے بعد موسوی سلسلہ کا مسیحؑ آئے گا۔ اس لئے جب حضرت عیسٰیؑ نے مسیحیّت کا دعویٰ کیا تو یہود نے صاف انکار کر دیا۔ اور کہا کہ ہماری کتابوں میں

---

[1]: بخاری جلد اوّل۔ کتاب الانبیاء باب نزول عیسٰی ابن مریم۔

تو یہ لکھا ہے کہ مسیحؑ سے پہلے ایلیا نبی آسمان سے اُترے گا۔ چونکہ ایلیا ابھی تک نہیں آیا لہٰذا عیسیٰؑ کا دعویٰ سچا نہیں ہو سکتا۔ اس کا جواب عیسیٰ نے سنّت اللہ کے مطابق یہ دیا کہ ایلیا کی جو پیشگوئی کی گئی تھی اس سے خود ایلیا کا آنا مراد نہیں تھا۔ بلکہ وہ استعارہ کے رنگ میں ایسے نبی کی خبر تھی جو ایلیا کی خُو بُو پر آئے گا۔ ورنہ وہ آچکا ہے اور وہی یحییٰ ہے جس کی آنکھیں ہوں دیکھے۔ (متی باب ۱۱) لیکن ظاہر پرست یہودی اس بات پر جمے رہے کہ خود ایلیا کا دوبارہ آنا لکھا ہے اس لئے یحییٰ کا آنا مسیح کا آنا نہیں ہو سکتا اور اس طرح وہ نجات سے محروم ہو گئے۔ اس مثال سے یہ بات اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ پیشگوئیوں میں آئندہ آنے والے مصلحین کے جو نام بتائے جاتے ہیں ان کو ہمیشہ ظاہر پر حمل کرنا سخت ہلاکت کی راہ ہے۔

پس ابنِ مریم کی پیشگوئی بھی اسی سنّتِ الٰہیہ کے مطابق پوری ہوئی اور امّتِ محمدیہ میں سے ایک ایسا فرد پیدا ہوا جس کا نام آسمان پر ابنِ مریم رکھا گیا۔

چوتھا شبہ: ایک شبہ یہ پیش کیا جاتا ہے کہ قرآن کریم میں صرف عیسیٰ علیہ السّلام کے بارے میں یہ ذکر ہے کہ

"بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ" (سورۃ النساء: ۱۵۹)

کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ کو اپنی طرف اُٹھا لیا۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ عیسیٰؑ آسمان پر اُٹھا لئے گئے اور وہ زندہ ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ بے شک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق رفع کا لفظ آتا ہے مگر سوال تو یہ ہے کہ کس طرح اور کس طرف رفع ہوا۔ قرآن شریف کے الفاظ یہ ہیں:۔

"بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ"۔ (النساء: ۱۵۹)

یعنی اللہ تعالیٰ نے مسیحؑ کو اپنی طرف اُٹھا لیا۔ اب اگر خدا کی طرف اُٹھائے جانے کے معنے آسمان کی طرف اُٹھائے جانے کے کئے جائیں تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا خدا تعالیٰ آسمان تک محدود ہے۔ کیا اسلامی تعلیم کی رُو سے خدا ہر جگہ حاضر و ناظر نہیں! کیا وہ زمین پر موجود نہیں؟

توجب خدا ہر جگہ موجود ہے تو مسیحؑ کے رفع الی اللہ کا معنیٰ یہ ہوا کہ وہ خدا کا مقرب بندہ تھا اور اس کی روح کا خدا کے ساتھ تعلق تھا۔ نہ یہ کہ وہ آسمان پر چلا گیا۔ تمام مقربانِ الٰہی آسمان کی ہی طرف اٹھائے جاتے ہیں اس میں مسیحؑ کی کوئی خصوصیت نہیں۔ یہ چند آیات اس معنیٰ کو واضح کرتی ہیں :۔

۱۔ ہر نیک انسان کو خدا تعالیٰ کہتا ہے :۔

يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ ۔ (الفجر آیت: ۲۸)

یعنی اے اطمینان یافتہ نفس تو اپنے خدا کی طرف لوٹ آ۔

۲۔ حضرت موسیٰ کے زمانہ میں بلعم باعور کی نسبت فرمایا :۔

وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنَاهُ بِهَا وَلَٰكِنَّهُ أَخْلَدَ إِلَى الْأَرْضِ (الاعراف: ۱۷۷)

یعنی اگر ہم چاہتے تو ان نشانوں کے ذریعہ اس کا رفع کرتے۔ لیکن وہ تو خود زمین کی طرف جھک گیا۔

۳۔ حضرت ابراہیمؑ نے کہا۔ إِنِّي ذَاهِبٌ إِلَىٰ رَبِّي ۔ (سورۃ الصافات: ۱۰۰)

یعنی میں اپنے ربّ کی طرف جانے والا ہوں۔

۴۔ ہر مسلمان اس کلمہ سے واقف ہے۔

"إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ۔ (سورۃ البقرہ: ۱۵۷)

یعنی ہم اللہ ہی کے لئے ہیں اور اللہ ہی کی طرف ہم جائیں گے۔

ہاں کافروں اور بدکاروں کے متعلق ہے کہ ان کی ارواح آسمان پر نہیں جا سکتیں۔

إِنَّ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَاسْتَكْبَرُوا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ أَبْوَابُ السَّمَاءِ (الاعراف: ۴۱)

کہ مکذبوں اور متکبروں کیلئے آسمان کے دروازے نہیں کھلتے۔ اسی طرح حدیثوں میں آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں یہ دعا پڑھتے "وَارْفَعْنِي"[1] اے اللہ مجھے رفع عطا کر۔ الغرض یہ بات یقینی

---

[1] :۔ ابن ماجہ ابواب الصلوٰۃ باب مایقول بین السجدتین۔

ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کلام میں اور نبیوں کی اصطلاح میں رفع سے مراد رفع روحانی ہوتا ہے نہ کہ رفع جسمانی اور ظاہر ہے کہ رفع روحانی میں مسیح ناصری کی قطعاً کوئی خصوصیت نہیں ہے باقی یہ بات جاننی ضروری ہے کہ اس آیت میں مسیحؑ کے رفع کا کیوں ذکر کیا گیا۔ تو آیت کے سیاق و سباق سے پتہ چلتا ہے کہ یہودیوں کے زعم میں مسیحؑ صلیب پر مر گئے تھے اور توریت کی رو سے وہ یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ جو نبی صلیب پر مرے وہ لعنتی اور جھوٹا ہوتا ہے[۱]۔ ہٰذا اس کی رُوح ناپاک ہوتی ہے۔ اور اس کا خدا تعالیٰ سے کوئی تعلق نہیں ہوتا اور اس کا رفع نہیں ہوتا۔ اس طرح یہود مسیحؑ کا نعوذ باللہ ملعون اور کاذب ہونا ثابت کرتے تھے ان کے اس دعویٰ کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

"وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ۔۔۔۔۔۔۔

وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ" (سورہ النساء ۱۵۸)

یہود نے نہ تو مسیحؑ کو قتل کیا۔ اور نہ ہی صلیب پر لٹکا کر مارا بلکہ اصل میں واقعہ یہ ہؤا کہ مسیحؑ ان کی نظروں میں مشابہ بالمقتول والمصلوب بنا دیئے گئے۔۔۔ مگر وہ ہرگز مسیحؑ کے مارنے پر قادر نہیں ہوئے بلکہ مسیحؑ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف اٹھا لیا۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے اُن کے جھوٹے عقیدہ اور غلط نتیجہ کا رد بیان کیا کہ تمہارا یہ خیال کہ مسیحؑ صلیب پر مرے لہٰذا ملعون ہوئے اور اُن کا رفع الی اللہ نہیں ہؤا۔ غلط ہے مسیحؑ ہرگز ملعون ہو کر صلیب پر نہیں مرے بلکہ وہ طبعی موت مرے اور اُنکی رُوح خُدا کے مقرب بندوں کی طرح عزت کے ساتھ اُٹھائی گئی۔

واقعہ صلیب

یہاں مجمل طور پر ہم عرض کئے دیتے ہیں کہ واقعہ صلیب کے متعلق بہت سا اختلاف چلا آتا ہے۔

---

[۱]:۔ گلتیوں باب ۳ آیت ۱۳ (انجیل مقدس)۔ بائیبل سوسائٹی انارکلی لاہور۔

(۱) یہود کہتے ہیں مسیحؑ صلیب پر مَرے تھے لہٰذا وہ جھوٹے تھے۔

(۲) عیسائی کہتے ہیں واقعی مسیحؑ صلیب پر مَرے لیکن وہ دنیا کی نجات کے لئے کفّارہ ہُوئے اور وہ سچے تھے بلکہ خُدا تھے۔

(۳) عام مسلمان کہتے ہیں کہ جب مسیحؑ صلیب کے کمرہ میں لیجائے گئے خُدا نے اُن کو صحیح سالم آسمان پر اُٹھالیا۔ اور ایک دوسرا شخص مسیحؑ کا ہم شکل بنایا گیا۔ اور یہود نے اُس کو صلیب پر مار دیا۔ اور مسیحؑ صلیب سے دو چار ہی نہیں ہُوئے۔

(۴) لیکن جماعت احمدیّہ کا عقیدہ از رُوئے قرآن یہ ہے کہ مسیحؑ بیشک صلیب پر لٹکائے گئے لیکن خُدا تعالیٰ نے اپنی قدرتِ کاملہ سے اُن کو صلیب سے زندہ بچالیا۔ یہودی سمجھے کہ مسیحؑ مَر گئے اور اُن کی نعش شاگردوں کے حوالہ کر دی گئی۔ حالانکہ اس وقت ان کی حالت مقتول اور مصلوب کے مشابہ ہو گئی تھی۔ شاگرد ان کو لے گئے اور ان کا علاج معالجہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو شفا دی۔ اور پھر آپؑ ہجرت کر کے براستہ افغانستان کشمیر پہنچے اور ایک سَو بیس[۲] سال کی عمر میں اپنی طبعی موت سے وفات پائی اور ان کی قبر کشمیر سری نگر محلہ خانیار میں موجود ہے اس کے دلائل دیکھنے ہوں تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب "مسیح ہندوستان میں" میں ملاحظہ کیجئے۔

پانچواں شبہ:-

ایک شبہ یہ کیا جاتا ہے کہ حدیثوں میں مسیحؑ کی آمدِ ثانی کے متعلق نزول کا لفظ استعمال ہُوا ہے لہٰذا نزول تب ہی ثابت ہو سکتا ہے جبکہ مانا جائے کہ مسیحؑ آسمان پر موجود ہیں۔ س کا جواب یہ ہے کہ کسی صحیح حدیث میں حضرت عیسیٰؑ کے متعلق آسمان یا زندہ کا لفظ ہرگز نہیں پایا جاتا۔

بلکہ بانیٔ جماعت احمدیّہ کا یہ چیلنج دنیا میں شائع ہو چکا ہے[۱] کہ اگر کوئی شخص یک بھی مرفوع

---

[۱]:- روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۳۸۵۔

متصل صحیح حدیث ایسی پیش کرے جس میں مسیح کے متعلق زندہ آسمان پر جانے یا زندہ آسمان سے اُترنے کے الفاظ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائے ہوں تو اُسے انعام دیا جائے گا اور آج تک اس چیلنج کو کوئی نہیں توڑ سکا۔

لہٰذا خواہ مخواہ نزول کے ساتھ آسمان یا زندہ کے الفاظ جوڑنا محض دھینگا مشتی ہے۔ ہاں بے شک نزول کا لفظ موجود ہے لیکن نزول عربی زبان کا لفظ ہے۔ قرآن، احادیث، لغت عرب میں ہرگز اس کا مفہوم آسمان سے اُترنا نہیں لیا جاتا۔ بلکہ کبھی تو اعزاز کے لئے مہمان پر نزیل کا اطلاق کیا جاتا ہے۔ اور اکثر ہر وہ چیز جو خدا تعالیٰ کے حکم سے زمین پر پیدا ہو اس پر بھی نزول کا لفظ بولا جاتا ہے خود قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

(۱) قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا رَّسُوْلًا۔ (الطلاق آیت ۱۱)

یعنی "اللہ تعالیٰ نے تمہاری طرف یاد کرانے والا رسول بھیجا ہے"۔

اس آیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کے متعلق نزول کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ ہر کوئی جانتا ہے کہ آپ کا جسم آسمان سے نہیں اترا۔

(۲) وَ اَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ۔ (سورہ الحدید: ۲۶)

یعنی ہم نے لوہا اتارا۔ حالانکہ لوہا کانوں سے نکلتا ہے۔

(۳) قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا۔ (سورہ الاعراف: ۲۷)

یعنی ہم نے تم پر لباس اتارا۔

اس آیت میں لباس کے متعلق نزول کا لفظ استعمال ہوا۔ حالانکہ لباس تو روئی وغیرہ سے زمین پر تیار کیا جاتا ہے۔

(۴) اَنْزَلَ لَكُمْ مِنَ الْاَنْعَامِ۔ (سورۃ الزمر: ۷)

یعنی خدا نے تم پر چار پائے اتارے۔

حالانکہ گھوڑے گدھے بیل سب زمین پر پیدا ہوتے ہیں۔ پس ان تمام آیات سے ظاہر ہے کہ جو چیز خدا تعالیٰ کے آسمانی حکم سے زمین پر پیدا ہو۔ اس پر نزول کا اطلاق ہوتا ہے۔ پس لفظ نزول سے یہ نتیجہ نکالنا کہ مسیح آسمان سے نازل ہوں گے سخت غلط راہ ہے جس سے ہر عقلمند کو پرہیز لازم ہے۔

چھٹا شبہ:۔

ایک شبہ یہ کیا جاتا ہے کہ اگر بشر آسمان پر نہیں جا سکتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم معراج کی رات کس طرح آسمان پر پہنچ گئے اس کے جواب میں یاد رکھنا چاہیئے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کا معراج جسم عنصری کے ساتھ نہیں ہوا تھا بلکہ وہ نہایت لطیف قسم کا کشف تھا جو نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلم کو دکھایا گیا۔ آپؐ کا مادی جسم ہرگز آسمان پر نہیں لے جایا گیا۔ دلائل ملاحظہ ہوں:۔

۱۔ اگر حضورؐ جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر جا سکتے تھے تو آپؐ نے کفارِ مکہ کو یہ جواب کیوں دیا کہ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا۔ (بنی اسرائیل:۹۴)۔
کہ میں تو بشر رسول ہوں آسمان پر نہیں جا سکتا۔

۲۔ جس سورت میں معراج کا ذکر ہے وہاں اللہ تعالیٰ نے تصریح کر دی ہے کہ معراج ایک رؤیا تھی۔ یعنی ایک کشف تھا جو آپؐ کو دکھلایا گیا۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِيْ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ۔

(بنی اسرائیل:۶۱)

یعنی ہم نے جو رؤیا تجھے دکھلائی ہے وہ لوگوں کے لئے ایک امتحان کے طور پر ہے۔

۳۔ پھر حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے۔ وہ فرماتی ہیں۔ خدا کی قسم حضور کا جسم زمین سے جدا نہیں ہوا تھا۔ (الکشاف از علامہ محمود بن عمر زمخشری ۵۳۸ھ زیر آیت سبحان الذی اسریٰ بعبدہٖ لیلاً)۔

۴۔ پھر بخاری جو حدیث کی کتابوں میں مسلّمہ طور پر صحت کے لحاظ سے اوّل نمبر پر ہے اسمیں لکھا ہے:۔

ثُمَّ اسْتَيْقَظَ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ[1]

یعنی "نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم معراج میں یہ سب نظارے دیکھنے کے بعد بیدار ہو گئے۔ اور اس وقت آپ مسجد حرام میں تھے"

اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ معراج ایک نہایت لطیف رؤیا تھا جو بصورت کشف دکھایا گیا۔ نہ کہ بصورت جسم عنصری۔ وَهُوَ الْمُراد۔

ساتواں شبہ :-

ایک شبہ یہ کیا جاتا ہے کہ حضرت مرزا صاحبؑ کی والدہ کا نام تو مریم نہ تھا۔ پس آپ ابن مریم نہ ہوئے۔ اس کا جواب یہ ہے :-

۱۔ کہ ابن مریم حضرت عیسیٰؑ کا ایک لقب اور نام تھا وہی لقب اور نام استعارۃً حضرت مسیح موعودؑ کو دیا گیا اس لئے کہ آپ میں حضرت عیسیٰؑ کی صفات پائی گئیں اور عربی زبان کا یہ قاعدہ ہے کہ ادنیٰ مناسبت کی بناء پر بعض کو بعض کا نام دیا جاتا ہے۔ بخاری شریف میں ہے کہ کفار مکہ حضورؐ کو موحد سمجھ کر ابن ابی کبشہ کا لقب دیتے تھے[2] حالانکہ ان کو یقین تھا کہ آپ ابی کبشہ کے بیٹے نہیں۔ ان کا مطلب یہ تھا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں باتوں کا پرچار کرتے ہیں جو پہلے زمانہ میں ابی کبشہ ایک موحد شخص کیا کرتا تھا۔

۲۔ دوسری حکمت یہ ہے کہ جس طرح مسیح ابن مریم ناصریؑ موسوی سلسلہ کے خاتم الخلفاء تھے۔ اسی طرح محمدی مسیح محمدی سلسلہ کا خاتم الخلفاء تھا اس لئے وہی نام ان کو دیا گیا۔

۳۔ تیسری حکمت یہ ہے کہ چونکہ آخری زمانہ کے موعود کا ایک بڑا کام یہ تھا کہ وہ صلیبی مذہب کے

---

[1] :- بخاری جلد دوئم کتاب التوحید باب قول اللہ " وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوسٰى تَكْلِيْمًا ۔

[2] :- بخاری جلد اول کتاب ۔ كَيْفَ كَانَ بَدْءُ الْوَحْيِ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ " ۔

زور کو توڑے گا اس لئے حضرت عیسیٰؑ کی مماثلت میں آنے والے کا نام عیسیٰ اور ابنِ مریم رکھا گیا۔

حضرت مرزا صاحبؑ فرماتے ہیں:۔

چوں مرا حکم از پئے قومِ مسیحی دادہ اند
مصلحت را ابن مریم نام من بنہادہ اند[1]

مسئلہ وفاتِ مسیحؑ کے متعلق ایک پیشگوئی

اب ہم نو قرآنی آیات اور چار احادیث اور پانچ شہادات اکابر اُمّت کے پیش کرنے کے بعد اور چند شبہات کے ازالہ کے بعد اس مضمون کو ختم کرتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ پڑھنے والوں کو اور خاکسار کو اس سے نفع عطا کرے۔ آمین

اور آخر میں حضرت مرزا صاحبؑ بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی ایک پیشگوئی مسئلہ وفاتِ مسیحؑ کے متعلق درج کرتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:۔

"مسیح موعود کا آسمان سے اُترنا محض جھوٹا خیال ہے یاد رکھو کوئی آسمان سے نہیں اُترے گا ہمارے سب مخالف جو اب زندہ موجود ہیں وہ تمام مریں گے اور کوئی ان میں سے عیسیٰ بن مریم کو آسمان سے اُترتے نہیں دیکھے گا۔ اور پھر ان کی اولاد جو باقی رہے گی وہ بھی مرے گی اور ان میں سے بھی کوئی آدمی عیسیٰؑ بن مریم کو آسمان سے اُترتے نہیں دیکھے گا۔ اور پھر اولاد کی اولاد مرے گی اور وہ بھی مریم کے بیٹے کو آسمان

---

[1] :۔ درّثمین فارسی صـ ۲۲۸

سے اُترتے نہیں دیکھے گی۔ تب خدا اُن کے دلوں میں گھبراہٹ ڈالے گا کہ زمانہ صلیب کے غلبہ کا بھی گذر گیا۔ اور دنیا دوسرے رنگ میں آگئی مگر مریم کا بیٹا عیسٰی اب تک آسمان سے نہیں اُترا۔ تب دانشمند یک دفعہ اس عقیدہ سے بیزار ہو جائیں گے۔ اور ابھی تیسری صدی آج کے دن سے پوری نہیں ہوگی کہ عیسٰی کا انتظار کرنے والے کیا مسلمان اور کیا عیسائی سخت نومید اور بدظن ہو کر اس جھوٹے عقیدہ کو چھوڑ دیں گے۔ اور دُنیا میں ایک ہی مذہب ہوگا اور ایک ہی پیشوا۔ مَیں تو ایک تخم ریزی کرنے آیا ہوں سو میرے ہاتھ سے وہ تخم بویا گیا۔ اور اب وہ بڑھے گا اور پھولے گا اور کوئی نہیں جو اس کو روک سکے۔"[1]

---

[1] ۱۔ تذکرۃ الشہادتین۔ روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۶۷۔